حضور اکرم ﷺ بحیثیت مؤسسِ اصول فقہ

از: ڈاکٹر فاروق حسن

اسسٹنٹ پروفیسر، ہیومینیٹیز اینڈ مینیجمنٹ ڈیپارٹمنٹ این ای ڈی انجینرنگ

اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی کراچی

Abstract:

My paper focuses on that the Holy Prophet (PBUH) was the first Faqih (Jurist) and Usooli (Founder of principles of Islamic Jurisprudence) in the history of Islam. Then the sincere companions (RA) of the Holy Prophet (PBUH) under the guidance of the holy prophet (PBUH) became the most efficacious follower and interpreter of Islamic Shariah. Usool-e-Fiqh as we see today is very advanced and refined but was not during the life time of the Holy prophet (PBUH) even the terminology of Usool-e-Fiqh was not used. The bases of Usool-e-Fiqh (principles of Islamic Jurisprudence) were present in the decisions, orders and regulations, dealings and teaching in the life of the Holy Prophet (PBUH). Some of the companions of the Holy Prophet (PBUH) who came from far too, directly learnt the doctrines of Islam from the Holy Prophet (PBUH) himself. Thus, enlightened, they were able to interpret Islam with totalitarian zeal and intellectual intuition. It should be noted that there

was no contradiction in their interpretations with the spirit of Shariah. It shows that they were taught principles for future decision making. These principles of Islamic Jurisprudence were passed on through oral tradition from one generation to the other. Imam Shafai (d. 204 Hijra) (RA) then compiled the Principles of Islamic Jurisprudence. The history of compilation of the Principles of Islamic Jurisprudence started in the last two decades of First Century Hijra. But the principles existed much before its compilation. Its existence was before Fiqh or simultaneously with the Fiqh. Later compilation of Usool-e-Fiqh does not prove that they did not exist before just like many other sciences which existed but were compiled much later as Arabic Grammar (Ill al Sarf & Nahu).

تاریخِ اسلام کے سب سے پہلے فقیہ اور اصولی حضرت محمد ﷺ ہیں اور پھر آپ کے تربیت یافتہ شاگرد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصولوں کے بہترین فہم رکھنے والے، اوّلین محافظ ہیں ۔فقہ کے اصول وقواعد منزّل من اللہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کے واسطے سے آپ کو تعلیم فرمائے اور پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کی اس انداز سے تعلیم وتربیت فرمائی کہ بدلتے حالات میں نت نئے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے یہ اصول مشعل راہ ہوں اور کسی نئی شریعت کا انتظار اور حاجت ہی باقی نہ رہے اور اسکے بعد یہ اصول سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے ۔عصر صحابہ وتابعین تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور پھر امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) نے ان اصولوں کو جمع کیا جن کی روشنی میں اجتہاد کیا جاتا تھا۔

جمہور کے مطابق علمِ اصولِ فقہ کی اصطلاح سب سے پہلے امام شافعی نے استعمال کی اس سے پہلے کبھی بھی یہ ایک علیحدہ فن کیلئے مستعمل نہ تھی ۔امام شافعی کے بعد سے عصر حاضر تک یہ فن نشیب وفراز سے گذرتا رہا۔مختلف ادوار میں ان اصولوں کے چمنستان کی آبیاری کرنے والے اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی دینی ذمہ داری کو انتہائی نیک نیّتی اور خلوص کیساتھ پوری کرتے رہے دنیا کی مختلف

زبانوں اور علاقوں میں اس فن پر منظوم، منثور، مختصر ومطول تصنیف وتالیف کا کام ہوتا رہا۔ جن میں مختلف مناہج اختیار کیے گئے۔ ان اصولوں کی صداقت کو معیار کی کسوٹی پر پرکھنے کیلئے ان کا ناقدانہ، محققانہ، منطقیانہ وفلسفیانہ تجزیہ بھی کیا گیا۔

جہاں تک علمِ اصولِ فقہ کی تدوین کے زمانہ کا تعلق ہے تو فن اصولِ فقہ کی تدوین کی تاریخ پہلی صدی ہجری کے آخری دوعشروں سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن اس کا وجود فقہ سے پہلے تھا یا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ کسی فن کا مدوّن نہ کیا جانا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ علم وفن موجود ہی نہیں تھا بہت سے علوم وفنون کا وجود تھا جنہیں بعد میں مدوّن کیا گیا جیسے علم النحو۔ لوگ گفتگو میں عربی ادب کی صرف نحو ملحوظ رکھتے تھے لیکن وہ قواعد مدوّن اور مکتوب نہیں تھے۔ بہت سے دوسرے علوم وفنون کی طرح اصولِ فقہ کی تدوین بھی بعد میں ہوئی۔ اصطلاحات وضع کی گئیں اسے ایک قانونی زبان دی گئی۔ تعبیر وتشریح کیلئے جدید انداز بھی اپنائے گئے تاکہ دین کی بات مؤثر انداز میں لوگوں تک پہنچائی جاسکے۔

علمِ اصولِ فقہ کی اصطلاح عہدِ رسالت میں مستعمل نہ تھی اور نہ ہی اس کی وہ ترقی یافتہ شکل تھی جو آج نظر آتی ہے۔ لیکن ان سب کی بنیادیں سرورِ دوعالم ﷺ کے فیصلوں، احکامات، معاملات اور تعلیمات میں موجود تھیں۔ جنہیں بعد میں فقہاء ومجتہدین نے بڑی جانفشانی سے کشید کرکے قانونی شکل دی۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو سامنے رکھ کر ان سے اصول اخذ کئے گئے ہوں اور اس فن کو کشادگی اور نئی تازگی بخشی گئی ہو یہ ایسی بات ہے جیسے اہل زبان کی گفتگو، محاوروں، مثالوں کو سن کر اور ان کے استعمالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرکے اصحاب لغت، لغت تیار کرتے ہیں۔ اور پھر اس لغت سے نیا کلام وضع کیا جاتا ہے اسی طرح سرورِ کونین ﷺ کے احکامات، فیصلوں، معاملات کو دیکھ کر ان سے اصول بنالئے گئے تھے اور ان کی روشنی میں مسائل کے حل میں مدد لی جانے لگی۔

لیکن اس بات سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ فقہ کا وجود اصولِ فقہ سے مقدم ہے حقیقت یہ ہے کہ اصول کا وجود فقہ سے مقدم ہے یا کم از کم فقہ کے ساتھ ساتھ ہے۔ عقل بھی اس بات کا تقاضہ کرتی

ہے کہ اصول مقدم ہوں اور ان اصولوں کو پیش نظر رکھ کر احکامات، فیصلے صادر کیے جائیں تا کہ ان میں یکسانیت ہو بصورت دیگر ان میں تطابق کے بجائے تصادم وتضاد ہوگا۔ اس بات کو اس طرح بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سارا دن آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہیں رہتے تھے اور بعض لوگ دور دراز کے علاقوں سے آکر اسلام قبول کرتے حضور اکرم ﷺ ان کو شریعت کے اصولوں کی اس طرح تعلیم وتربیت دیتے کہ وہ واپس جاکر مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرسکیں وہ اصول جن کی مدد سے پیش آنے والے مسائل حل کئے جاسکیں بعد میں وہی علم اصولِ فقہ کے نام سے معروف ہوئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جزئیات وفروعات پر بحث نہیں کرتے تھے زیادہ گہرائی اور پیچیدگی میں پڑنے کی ان کو فرصت وضرورت نہیں تھی اور نہ ہی فرضی صورتوں پر گفتگو کا رواج تھا صحابہ صرف وہی باتیں دریافت کرتے جو مفید ہوں صحابہ آپ ﷺ کو وضو کرتے دیکھتے اس کا طریقہ اسی طرح سیکھ لیتے آپ اس کی تشریح نہیں فرماتے تھے کہ وضو میں کتنے فرض ہیں وغیرہ۔

قرآن کریم میں ہر چیز کو صراحت کیساتھ بیان نہیں کیا گیا ہے زیادہ تر احکام استخراجی ہیں اور قرآن کریم کی نص سے استنباط واستخراج کیلئے اجتہاد اور ملکہ اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اجتہاد بغیر الات وادوات اجتہاد یعنی اصول کے بغیر نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی آپ کی حیات طیبہ میں اجتہاد کا وقوع بھی ہوا آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اجتہاد کی اجازت اور طریقہ اجتہاد کی تعلیم دی آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے متعدد بار اجتہاد کیا اور صحابہ کے اجتہادات کی رویداد آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوئیں آپ ﷺ نے ان کو سنا اور پسند فرمایا اور کبھی خاموش رہ کر بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجتہاد کے درست ہونے کی توثیق فرمادی اور جب کبھی کسی صحابی کا اجتہاد تعلیم کئے گئے اصول کے مطابق نہیں ہوتا تھا یا کسی نے ملکہ وصلاحیت کے بغیر اجتہاد کیا ہوتا تو آپ ﷺ برملا ناپسندیدگی کا اظہار فرمادیتے ان سب کے باتوں کے حوالے

آ گے چل کر ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔

فقہ کے اصول وقواعد منزّل من اللّٰہ ہیں توجس طرح کلام اللہ تقریباً ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا اس کے احکامات بھی تدریجاً نازل اور نافذ کئے گئے ۔فقہ کے اصول و قواعد بھی تدریجاً نازل ہوئے مثلاً یہ اصول کے متاخر متقدم کو منسوخ کر دیتا ہے اور یہ کہ ناسخ پرعمل ہوگا منسوخ پر نہیں ۔قرآنی حکم کا قرآنی حکم سے نسخ جائز ہوگا اور یہ کہ قرآن حدیث کے حکم کو منسوخ کرسکتا ہے۔قرآن کے مطلق حکم کو مقید کرنا۔کسی عمومی حکم کی تخصیص کرنا وغیرہ۔

مثال سے توضیح:

چورمرد اور عورت کی سزا کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا''والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما ''[۱] اس حکم سے شریعت کا منشا چور کا ہاتھ کاٹنا نہیں بلکہ چوری کا خاتمہ ہے ۔اور اخلاقیات ومجموعی مفادات کا تحفظ ہے ۔اور اخلاقیات ومفادات کے تحفظ سے معاشی ،معاشرتی ، سیاسی انفرادی واجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

تجزیہ:

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿ید﴾ مطلق ہے جس کا اطلاق انگلیوں کے پورے سے بازو تک ہوتا ہے جیسے سورۃ یوسف میں صرف انگلیاں کاٹ لینے پر فرمایا گیا:''وقطعن ایدیهن ''[۲] (اوران عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے)اور سورۃ مائدہ میں فرمایا''وایدیکم الی المرافق[۳] اس میں کہنیوں تک پر ہاتھ اطلاق کیا گیا شاید سیاف نے آیت سرقہ میں مطلق حکم کو دیکھ کر قطع ید کے وقت استفسار کیا ہوگا کہ وہ کہاں سے قطع کرے کیونکہ مجمل حکم بیان وتفصیل کا محتاج ہوتا ہے حضور ﷺ نے سارق کا ہاتھ گٹوں سے کاٹنے کا حکم بیان کر کے قرآن کے مطلق کو مقید فرمادیا۔

بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!''انه كان يقطع السارق من المفصل ''[۴] (آپ ﷺ چور کا ہاتھ گٹوں سے کاٹا کرتے تھے)۔

قرآن قطع ید کے بارے میں مطلق حکم دیتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے یا بایاں ہاتھ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس مطلق حکم کو مقید فرمایا:

آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی اس تقیید پر عمل کیا۔نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

''ان النبی ﷺ وابابکر وعمر وعثمان کانو یقطعون السارق من المفصل''[5]

(حضور ﷺ اور ابوبکر اور عمر وعثمان رضی اللہ عنہم چور کے ہاتھ گٹوں سے کاٹا کرتے تھے۔)

اسی طرح آیت سرقہ میں واقع لفظ ''قطع'' کا اطلاق ہاتھ زخمی کر لینے پر بھی ہوتا ہے جیسے ''و قطعن ایدیھن'' یہی وجہ تھی کہ بعض مذاہب میں چور کے ہاتھ کو کاٹ کر الگ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ہتھیلی پر ایک چیرا لگا دیا کرتے تھے اور اسی لئے آج بھی دنیا کے بہت سے ممالک میں قاضی کی عدالت میں جب کوئی گواہی دیتا ہے تو وہ اپنی ہتھیلی پھیلا کر قسم کھاتا ہے تاکہ جج دیکھ لے کہ یہ سزا یافتہ تو نہیں ہے۔آپ ﷺ نے سارق کا ہاتھ گٹوں سے بالکل جدا کر کے اس لفظ قطع میں پائے جانے والے دوسرے اطلاقات کو ختم کر دیا۔

اس آیت مبارکہ میں ''فاقطعوا'' صیغہ امر ہے اور لفظ ''قطع'' مصدر ہے اور چونکہ مصدر عدد کا احتمال نہیں رکھتا اس لیے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ زندگی بھر کی تمام چوریوں کے مجموعہ چوری پر ایک بار ہاتھ کاٹا جائے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ چوری پر ایک ہاتھ کاٹا جائے گا نہ کہ مجموعہ چوری پر۔حضور اکرم ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں اس شبہ کا ازالہ فرمادیا اور دوسری تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری پر بھی سزا کا اعلان فرمایا۔

تعلیماتِ نبوی میں قرآنی احکام میں عموم کی تخصیص

یہاں پر بہت سی مستند مثالیں احادیثِ صحیحہ سے پیش کی جاسکتی ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے قرآن کریم کے ایک عمومی حکم میں تخصیص پیدا فرمائی یا اس میں ایک استثناء کی صورت پیش

فرمادی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۔قرآن کریم نے دومردوں یا ایک مرداور دوعورتوں کی گواہی لازم کی ہے ۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے !''واستشهدوا شهيدين من رجا لكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرتٰن''۶ (دومردوں کوگواہ بناؤ یاایک مرداور دوعورتوں کو) لیکن آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابتؓ کی اکیلی تنہا گواہی کو کافی قرادیا۔ ۷

۔قرآن کریم نے ہرمسلمان مردکواپنی پسند کی چارعورتوں سے شادی کی اجازت دی اور فرمایا کہ!''فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنی وثلٰث وربٰع''۸ مگرآپ ﷺ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں حضرت علیؓ کوابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیااور وجہ یہ بیان فرمائی:''واللّٰه لاتجتمع بنت رسول اللّٰه وبنت عدواللّٰه مكانا واحدا ابدا''۹۔

(واللہ رسول اللہ کی بیٹی اوراللہ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ ایک ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔)

- چھ ماہ کے بکرے کی قربانی بالعموم جائزنہیں لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوبردہ بن نیازؓ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔۱۰
- حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنامنع ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ کی درخواست پرآپ ﷺ نے''اذخر'' کاٹنے کی اجازت دے دی۔۱۱
- روزہ کے کفارہ کوصدقہ کرناواجب ہے لیکن ایک صحابی کے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کوخود ان کو کھانا جائزکردیا۔۱۲
- مردوں کیلئے ریشم پہننا حرام ہے لیکن حضرت زبیرؓ اورعبدالرحمٰنؓ کوخارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔۱۳
- بغیر جہاد کے مالِ غنیمت میں سے کسی کو حصہ نہیں ملتالیکن حضرت عثمان غنیؓ کوحضرت رقیہ(آپ ﷺ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے اورغزوہ بدرمیں شرکت نہ کرنے کے باوجود مالِ غنیمت میں سے حصہ عطافرمایا۔۱۴

مذکورہ بالا احادیث سے نکلنے والے نتائج اور تجزیہ مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض عمومی احکامات میں تخصیص اور استثناء کرنا تعلیماتِ نبوی سے ثابت ہے ان تمام باتوں کے پیچھے یقیناً کچھ اصول کارفرما ہوتے تھے جنہیں بعد میں آنے والے اصولیّین نے تلاش کر کے بیان کیا اس پر غور وفکر کر کے مستقبل میں آنے والے مسائل کے حل کیلئے اصول مقرر کر دیئے۔ اور یہ بات شریعت کے محاسن میں سے ہے اور شرعی احکام کی آفاقیت و جامعیت جاذبیت اور ان میں لچک کو ظاہر کرتی ہے اسی لیے یہ اصول ہر زمانے کے مسائل کے حل کیلئے یکساں مفید ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سے اسلامی قانون سازی کے ایک شعوری ارتقاء کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کا باقاعدہ آغاز مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے سفر سے ہوتا ہے۔ (۱ھ تا ۱۰ھ) میں جب مدینہ منورہ کو پہلی اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو یہیں اسلامی قانون کی بنیاد پڑی۔ قانونی مسائل سے متعلق آیات کا نزول ہوا اور اس زمانہ کی احادیث مبارکہ سے بھی قانونی مسائل کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب بھی سوالات ہوتے تو اس کی ایک صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبریل آپ کو تعلیم مل جاتی مثلاً ''یسئلونک عن الخمر، یسئلونک عن الیتامیٰ'' وغیرہ اور جن کے سوالات نہیں کئے۔ مثلاً ''تحاور کما الخ'' ان کے بھی جوابات دیتے۔ جبریل امین نے اسی لئے آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قران کریم کا دور بھی کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت

اہل علم کے نزدیک یہی راجح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اسی لئے بعض قضایا میں آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور پھر اس سلسلہ کو صحابہ تک منتقل فرمادیا۔ شاید ذہن میں سوال آئے کہ جب جبریل امین آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے اور آپ ﷺ مسلسل اللہ تعالیٰ سے رابطہ میں رہتے تو اجتہاد کی کیا ضرورت وحکمت تھی؟ شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ منصوصِ شریعہ محدود ہیں اور نئے مسائل ومشکلات لامحدود ہیں اور ان محدود نصوص سے لامحدود مسائل کا حل اجتہاد میں پوشیدہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ اور قیامت تک آنے والے مجتہدین وفقہاء کی تعلیم

وتربیت کیلئے اجتہاد کا نظری وعملی نمونہ پیش کردیا تا کہ اس کے ذریعہ مسائل حل ہوتے چلے جائیں اور دین کے مطابق زندگی گزارنے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

علامہ سیف الدین الامدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وشاورهم في الامر والمشاورة انماتكون فيمايحكم فيه بطريق الاجتهاد، لافيما يحكم فيه بطريق الوحي، وروى الشعبي انه كان رسول الله ﷺ يقضي القضية وينزل بعد ذلک بغير ماكان قضى به، فيترک ماقضى له على حاله، ويستقبل مانزل به القران ۱۵؎'' مشاورت اس میں ہوتی ہے جس میں اجتہاد کے ذریعہ سے حکم لگایا جاتا ہے اور جس بارے میں وحی ہو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا اور شعبی نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نزاعات کے فیصلے فرماتے ہیں اور بعد میں اس فیصلے کے خلاف وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنے فیصلے پر قائم رہتے اور مستقبل میں اس وحی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے''۔

سرورِ کونین ﷺ سے اجتہاد کا وقوع

چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت اور تعلیم سے اجتہاد فرمایا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس بارے میں مختلف آراء تھیں بعض کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ (مال) لیکر رہا کردیا جائے جس کو آپ ﷺ نے قبول فرمالیا اور اسی پر عمل کیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ''ما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الاخره والله عزيز حكيم ٥ لولا كتاب من الله سبق لمسّكم فيماأخذتم عذاب عظيم ٥ فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا''۱۶؎

اس آیت کے بارے میں ملاجیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے اپنی تفسیر میں فرمایا ''انما وقع هذه المصلحة منكم بسبب اجتهادكم ورايكم ..... وحكمه انه لايعذب احد

بالعمل بالاجتهاد"۱۷"۔

(اے نبی ﷺ) چونکہ یہ فیصلہ تمہارے اجتہاد اور رائے کے سبب سے ہے اور چونکہ اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے کہ اس کا حکم یہ ہے اسلئے کسی کو بھی سزاوار نہیں ٹھہرایا جائے گا"۔

اس کے بعد ملاجیون اس آیت سے نکلنے والے نتیجہ کی طرف متوجہ کراتے ہوئے فرماتے ہیں **فعلم من هذا جواز الاجتهاد فيكو ن حجة على منكري القياس** ۱۸"اس سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے ایک واضح دلیل ہے"۔ امام نسفی (متوفی ۷۰۱ھ) ۱۹اور امام ابوجعفر احمد الطبری نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اجتہاد فرمایا۔۲۰

۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "**قال اتى رجل النبي ﷺ فقال له: ان اختي نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبي ﷺ لو كان عليهادين أكنت قاضيه قال نعم قال فاقض الله فهواحق با لقضا ء**" (۲۱)"ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی لیکن وہ وفات پا گئی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اگر اس پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے ؟ عرض کی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا تو اسے بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے"۔

اس میں اجتہاد و قیاس کی تعلیم ہے۔ جب آپ سائل سے فرماتے کہ فلاں حکم کی نظیر فلاں پر قیاس کرلو اور عقل سلیم بھی اس بات کا تقاضہ کرے تو اس طرح اجتہاد و قیاس کے ذریعہ حکم تک رسائی حاصل کرنے کی تعلیم سیرت طیبہ سے ملتی ہے اور قیاس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شروطِ صحیحہ کیساتھ کیا جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجتہاد کی تعلیم اور اجازت

سرورِ کونین ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی اجازت اور تعلیم عطا فرمائی اور ان کی اس طریقہ پر تربیت فرمائی اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کے تربیت یافتہ ،مزاج

آشنا صحابہ کرام سے اجتہاد وقوع بھی ہوا اور آپ ﷺ تک اس کی اطلاع بھی پہنچی۔ مسائل کی تحقیق واسلوب میں آپ ﷺ کی مشہور احادیث میں سے ایک حدیثِ معاذ ہے جس کو امام ترمذیؒ کے علاوہ ابوداؤدؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اسلامی قانون کے ماخذ ومصادر کے سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان میں سے یہ اہم ترین ہے۔

1 . آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت تعلیماً ارشاد فرمایا! ''کیف تقضی اذا عرض لک قضاء؟ قال أقضی بکتاب اللّٰہ فان لم تجد فی کتاب اللّٰہ قال فبسنة رسول اللّٰہ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللّٰہ قال اجتهد رای ولا الو(ای) لا اقصر فی اجتهادی' فضرب رسول اللّٰہ علی صدره وقال الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ لمایرضی رسول اللّٰہ'' ۲۲

''اگر تمہارے سامنے کوئی حل طلب مسئلہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر تمہیں کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا پھر سنّتِ رسول سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! اگر تمہیں سنّتِ رسول میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ پر دست اقدس پھیرا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے''۔

حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں نکلنے والے نتائج:

۔ ہر علمی و دینی مسئلہ کا حل سب سے پہلے کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے گا اگر پوری صلاحیت سے تلاش کے باوجود بھی کوئی حکم میسّر نہ آ سکے تو پھر سنّتِ رسول ﷺ میں تلاش کیا جائے اگر حل باوجود تلاش کے سنّتِ رسول میں بھی نہ مل سکے تو پھر کتاب وسنّت کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے بہ الفاظ دیگر اجتہاد کی گنجائش صرف ان معاملات میں ہیں جن میں کتاب وسنّت خاموش ہیں۔

۔ اس حدیث میں سنّت کے بعد اجماعِ امت کا ذکر اس لئے نہیں ہے نبی کریم ﷺ کی موجودگی

میں اجماع منعقد نہیں ہوسکتا تھا اجماع صرف اسی صورت میں ماخذ قانون ہے جب نبی کریم ﷺ موجو نہ ہوں۔

۔سرورِ دوعالم ﷺ نے اس حدیث میں صحابی سے فرمایا ''فان لم تجد '' (اگر تم نہ پاؤ) یہ نہیں فرمایا ''ان لم یکن '' (اگر موجود نہ ہو) کیونکہ انسانی صلاحیتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں یعنی اگر قرآن میں کوشش کے باوجود کسی مسئلہ کا حل تلاش نہ کرسکنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قرآن میں اجمالاً بھی مذکور و موجود نہیں ہے۔

2. اسی طرح خاتم الانبیاء علیہ السلام نے ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اسلوبِ تحقیق تعلیم فرمائے اور فرمایا ''**اقضی بالکتاب والسنة اذا وجدتهما فان لم تجد الحكم فيهما اجتهد رايک** ''[۲۳]

''جب تم قرآن وسنت میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فتویٰ دو مگر جب کوئی حکم ان دونوں میں نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو''۔

3. حضرت سعید بن میّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا ''**الامر ينزل بنا لم ينزل فيه قران ولم تمض فيه منک سنة قال: اجمعوا العالمين من المؤمنين فاجعلوه شورى بينكم ولاتقضوا فيه براى واحد** ''[۲۴]

''اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس پر قرآن میں کوئی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی آپ کی کوئی سنت معلوم ہو؟ (تو ہم کیا کریں) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ''اس حالت میں مومنوں میں سے اہلِ علم کو جمع کرو اور ان کے مابین مشاورت کرو اور کسی ایک شخص کی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرو''۔

4. غزوہ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا! ''**لا يصلين احد العصر الافى بنى قريظة**''[۲۵]

ترجمہ ''دیار بنی قریظہ سے پہلے کوئی نماز عصر ادا نہ کرے''

اور راستے میں جب عصر کا وقت آ گیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ دیار بنی قریظہ سے پہلے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور کچھ صحابہ نے کہا کہ ہم تو پڑھ لیں گے۔ آپ ﷺ کے سامنے جب اس کا ذکر آیا تو دونوں فریق میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نے بازپُرس اور تنبیہ نہ فرمائی۔

اس حدیث کی روشنی میں نکلنے والے نتائج:

- اداء عصر کے لئے صحابہ کرام کے موقف الگ الگ تھے۔
- ایک فریق نے ظاہر لفظ اور باصطلاح احناف "عبارۃ النص" پر عمل کیا۔ اور دوسرے فریق نے نص کے مخصوص معنی کا استنباط کیا۔
- اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے جب اس کا ذکر آیا تو دونوں فریق میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نے بازپُرس اور تنبیہ نہ فرمائی جس سے فریقین کے اجتہادات کے درست ہونے کی توثیق ہوگئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں موقف صحیح تھے۔
- اور ظاہر نص پر عمل کے علاوہ مضبوط دلائل کے ساتھ معانی ومفاہیم کا استنباط کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ صحیح علم اور مطلوبہ صلاحیت پائی جائے۔
- فریق ثانی نے اس حکم سے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود صرف تیز رفتاری اور عجلت ہے اس لئے انہوں نے دیار بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر پڑھنے کو جب کہ وہ سبب تاخیر نہ ہو حکم رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں سمجھا۔

تجزیہ:

شیخ ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) [۲۶] اور شیخ ابن قیمؒ (متوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا کہ فقہاء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کس فریق کا عمل زیادہ صحیح اور بہتر تھا کسی نے کہا کہ افضل فریق وہ ہے جس نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور رسول اکرم ﷺ کے اس حکم کی بجا آوری میں سبقت حاصل کر لی کہ نماز اپنے وقت پر پڑھو اور کسی نے کہا کہ افضل وہ ہے کہ جس نے دیار بنی قریظہ

جلد پہنچنے کے لئے نماز مؤخر کردی۔ ۲۷

مگر ہماری بھی رائے یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کے عمل پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا اور آپ کے سامنے ہی دونوں کے صحیح ہونے کا فیصلہ بھی ہوگیا تو اس معاملہ میں زیادہ غور وخوص بحث ومباحثہ مناسب نہیں ہے۔

قواعدِ شریعہ پر مبنی استنباط پر خوشی کا اظہار

اجتہاد واستنباط کیلئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہوں وہ اجتہاد جو شرائط کے پورا نہ کرے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک صحابی اس بارے میں اپنے استنباط کی روئیداد بیان کرتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ! ''احتملت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل فاھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک لرسول اللّٰہ ﷺ فقال یاعمر وصلیت باصحابک وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللّٰہ یقول ولاتقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیماً فضحک رسول اللّٰہ ﷺ ولم یقل شیئاً'' ۲۸

''غزوات السلاسل کے موقع پر ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہوا اگر میں غسل کرتا تو ہلاکت کا خطرہ تھا اس لئے تیمّم کر کے جماعت سے نماز پڑھ لی میرے ساتھیوں نے جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرو! حالت جنابت ہی میں تم نے جماعت سے نماز پڑھ لی۔ میں صورت نے حال بیان کی اور یہ آیت پڑھی ''ولاتقتلوا انفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیمًا '' (اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے) یہ سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے اور کچھ نہیں فرمایا''۔

تجزیہ:

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے چونکہ عمرو بن العاص ؓ کا اجتہاد قواعد شرعیہ پر مبنی تھا اور اس کی

تائیدقرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جسمیں حالت اضطرار میں سہولت دی گئی ہے ''الاما اضطررتم ''۔

صلاحیت کے بغیر استنباط کرنے والے صحابہ کو تنبیہ

یہاں یہ بات بیان کرنا مناسب ہے کہ اجتہاد اور اس کی عظمت واہمیت کے پیش نظر صرف وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ خدمات انجام دیتے جو اپنے اندر استنباط و استخراج مسائل کی مکمل صلاحیت پاتے بصورت دیگر جب کسی صحابی کی اس قسم کی غلطی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتی تو آپ ناپسند فرماتے اور اس کی اجازت نہ دیتے۔ مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ! '' خرجنا فی سفر فأصاب رجلامنا حجر فشجه فی راسه ثم احتلم فسأل اصحابه فقال أهل تجدون لی رخصة فی التیمم ؟ قالوا ما نجد لک رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذلک فقال قتلوه قتلهم اللّٰہ الاسألوا ' اذ لم یعلموا فانما شفاء العیّ السوال انما کان یکفیه ان یتیمم ویعصر علی جرحه خرقه ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده'' ۲۹

''ہم لوگ ایک سفر میں تھے ہمارے ایک ہم سفر کے سر پر پتھر لگا جس سے سر زخمی ہوگیا پھر ان کو احتلام ہوگیا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میں تیمّم کر سکتا ہوں تو سب نے کہا کہ نہیں جب تم پانی پر قدرت رکھتے ہو تو تیمّم کی رخصت نہیں یہ جواب سن کر انہوں نے غسل کر لیا جس سے ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد ہم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں اس حادثہ کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ اللہ ہلاک کرے۔ تم جب جانتے نہیں تو کیوں نہ پوچھ لیا؟ لاعلمی و جہالت کا علاج تو سوال ہی ہے اسے تیمّم ہی کافی تھا یا زخم پر ایک کپڑا لپیٹ کر اس پر مسح کر لیتے اور بقیہ سارے بدن پر پانی ڈال لیتے''۔

حدیث مبارکہ سے نکلنے والے نتائج:

رسول اللہ ﷺ نے علم کی کمی اور استنباط اور استخراجِ مسائل کیلئے مطلوبہ صلاحیت و ملکہ کے

بغیر فتوی دینے والوں کی زجر وتوبیخ فرمائی اور انہیں گویا اپنے بھائی کا قاتل سمجھا۔ اگرچہ صحابی کی نیت میں خرابی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ نیک نیتی کیساتھ کیا۔ لیکن استنباط واستخراج کیلئے ملکہ وصلاحیت اور شرائط کا پورا ہونا بھی ضروری ہے اور یہی تعلیم قیامت تک کیلئے تمام زمانوں اور علاقوں میں مسلمانوں کیلئے ہے کہ وہ ملکہ وصلاحیت کیساتھ اسلام کی تعبیرات وتشریحات کریں ورنہ نیک نیتی کے باوجود اسلام کا غلط تصور اور پیغام دوسروں تک پہنچے گا۔ قرآن کی بھی یہی ہدایت ہے کہ اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو علم والوں سے دریافت کرو۔

خلاصہ بحث ونتائج:

اگر اس مضمون کے مطالعہ کے بعد سوال کیا جائے کہ کیا عہدِ رسالت میں اجتہاد مصادر تشریع میں سے ایک مصدر تھا؟ اس بات کے جواب میں یہ واضح رہنا چاہئے کہ قرآن، سنت، اجماع وقیاس میں سے اصل مصادر تو قرآن وسنت ہیں اجماع وقیاس کسی نئے حکم کو ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن وحدیث سے منکشف اور ظاہر کرتے ہیں۔ اجماع وقیاس اجتہاد کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اجماع امت نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں نہیں ہوسکتا تھا۔ باوجود اجتہاد کا جواز اور آپ ﷺ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے اور صحابہ کو اس کی اجازت اور حیات طیبہ میں صحابہ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حیاتِ رسالت مآب ﷺ میں یہ مصادر تشریع میں سے ایک اساسی مصدر نہیں تھا۔ ہاں البتہ چند ایک مواقع پر مصدر رہا کیونکہ حضور ﷺ کا اجتہاد حق سے موافقت رکھتا تو وحی سے اس کی تائید نازل ہوجاتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وحی اس معاملہ میں صحیح سمت کی طرف رہنمائی کردیتی اور صحابہ کرام کے اجتہاد کا مرجع آپ ﷺ ہوتے اور اللہ کی کتاب ہوتی۔

اس بحث سے مستفاد:

- اصول فقہ کے اوّلین مؤسس رسول اکرم ﷺ ہیں اور پھر آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

- امام شافعیؒ نے اس فن کی بنیادوں کو استوار کیا۔
- اصول کو فقہ پر تقدم حاصل ہے۔
- حضور اکرم ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرام کی اس طرح تعلیم و تربیت فرمائی کہ آنے والے مسائل کے حل میں انہیں دشواری نہ رہے۔
- اصول فقہ کا وجود عہدِ رسالت میں تھا لیکن اس کی تدوین بعد میں ہوئی۔
- عہدِ رسالت ﷺ میں مسلمانوں کا رجوع الی الکتاب والسنّت تھا۔
- آپ ﷺ کی وفات پر قرآن کریم محفوظ اور مکتوب تھا جبکہ سنت رسول اللہ ﷺ کا ذخیرہ محفوظ اور اس کا کچھ حصہ مکتوب تھا۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے صرف پیش آنے والے حقیقی سوالات کرتے تھے فرضی سوالات نہیں پوچھتے۔
- عہدِ رسالت ﷺ میں اجتہاد کو سوائے چند ایک مقامات کے مصادرِ تشریع کا اساسی مصدر ہونا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اجتہاد کی اجازت تھی لیکن ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جن میں استنباط و استخراج کی صلاحیت اور ملکہ تھا۔

اصولوں پر مبنی اجتہاد پر آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور جب کبھی صلاحیت و ملکہ کے بغیر کسی نے اجتہاد کیا تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

مختلف انداز اور زاویوں سے غور و فکر کے نتیجے میں صحابہ کے اجتہادات میں فرق پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن کبھی بھی وہ اجتھاد کیلئے مقرر کردہ اصول وضوابط سے باہر نہیں نکلتے تھے اس لئے ایسے تمام اجتہادات جو معیار کی کسوٹی پر پورے اترتے تھے وہ درست قرار پاتے تھے اور آپ ﷺ ان کی توثیق فرما دیتے تھے۔

مآخذ ومراجع

۱ المائدہ: ۳۸

۲ یوسف:۳۱

۳ المائدہ:٦

۴ اعلاء السنن۔ ظفر احمد عثمانی تھانوی ۱۳۱۰ھ-۱۳۹۴ھ فصل فی کیفیة القطع ، باب قطع الیمین من المفصل ص: ٦٦٨ ج: ۱۱ کراچی ادارۃ القران طبع ثالث ۱۴۱۵ھ

۵ حوالہ سابق

٦ البقرہ:۲۸۲

۷ سنن ابی داؤد، ابوداودسلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی بجستانی ۲۰۲ھ/ ۸۱۷ء - ۲۷۵ھ/ ۸۸۹ء کتاب القضاء، باب اذا علم الحاکم صدق شهادة الواحد یجوز له ان یقتضی به.

۸ النساء:۳۴۔

۹ سنن ابی داؤد، ابوداؤدسلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی بجستانی ۲۰۲ھ/ ۸۱۷ء - ۲۷۵ھ/ ۸۸۹ء کتاب النکاح ، باب مایکره ان یجمع بینهن من النساء

۱۰ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری ۱۹۴ھ/ ۸۱۰ء - ۲۵٦ھ - ۸۷۰ء کتاب الاضاحی ، باب قول النبی لابی بردة ضح بالجذع من المعز ولن تجزی عن احد بعدک

۱۱ حوالہ سابق کتاب العلم ، باب کتابة العلم

۱۲ حوالہ سابق کتاب الصوم ، باب اذاجاء فی رمضان ولم یکن له شئ فتصدق علیه فلیکفر

۱۳ حوالہ سابق کتاب اللباس باب مایرخص للرجال من الحریرلحکة

۱۴ حوالہ سابق کتاب المناقب ، باب مناقب عثمان بن عفان

۱۵ الاحکام فی اصول الاحکام ، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی شافعی ۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ ص: ۱۴۱۔۱۴۰، ج:۳ بیروت دارالفکر ۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۶ء

۱۶ صحیح مسلم، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری ۲۰۴ھ/۸۲۰ء - ۲۶۱ھ/۸۷۵ء کتاب الجهاد والسیر، باب ربط الاسیر وجواز المن علیه ،الانفال:۶۷۔۶۹

۱۷ التفسیرات الاحمدیه فی بیان الایات الشرعیه ،ملاجیون حنفی ۱۰۴۷ھ۔۱۱۳۰ھ ص: ۴۴۵، بمبئی، مطبعہ الکراهیمی ۱۳۲۷ محشی مولوی رحیم بخش۔

۱۸ حوالہ سابق ص: ۴۴۶

۱۹ تفسیر المدارک المسمی مدارک التنزیل وحقائق التاویل ،عبدالله بن احمد بن محمود النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ ص: ۶۰۰ ج: ۱ ، کراچی۔قدیمی کتب خانہ سنہ ند۔

۲۰ الریاض النضرة فی مناقب العشره ابوجعفر احمد المحب الطبری ص: ۲۹۰ ، ج: ۲ ، بیروت،دار الکتبالعلمیه سنہ ند

۲۱ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری ۱۹۴ھ/۸۱۰ء - ۲۵۶ھ/۸۷۰ء کتاب الایمان والنذور، باب من مات وعلیه نذر.

۲۲ جامع الترمذی ،امام محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ سلمی بوغی ۲۰۹ھ/۸۲۴ء - ۲۷۹ھ/۸۹۲ء ابواب الاحکام ، باب ماجاء فی القاضی یقضی .

۲۳ فلسفة التشریع الاسلامی ، صبحی محمصانی ص: ۱۳۶،بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔۱۹۴۶ء۔

۲۴ اعلام الموقعین عن رب العالمین ، شمس الدین محمدبن ابوبکربن ایوب بن سعدبن حریرالزرعی الدمشقی،ابن قیم جوزی حنبلی دمشقی ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء - ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء ص: ۶۵، ج: ۱ بیروت دارالفکر ۱۳۹۷ھ

۲۵ صحیح بخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ البخاری ۱۹۴ھ/۸۱۰ء - ۲۵۶ھ/۸۷۰ء کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الاحزاب.

۲۶ رفع الملام عن ائمة الاعلام، ابو العباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللّٰه، شیخ ابن تیمیه ۶۶۱ھ - ۷۲۸ھ ص: ۲۵ مطبعه السنه الحمدیة ۱۳۷۸ھ

۲۷ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز الزرعی الدمشقی، ابن قیم جوزی حنبلی دمشقی ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء - ۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء ص: ۲۰۳ ومابعدھا، ج: ۱، بیروت دارالفکر ۱۳۹۷ھ

۲۸ سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر ازدی سجستانی ۲۰۲ھ/۸۱۷ء - ۲۷۵ھ/۸۸۹ء کتاب الطهارة، باب اذا خاف الجنب البرد أ یتیمم

۲۹ حوالہ سابق باب المجروح یتیمم